فلسفۂ غم

مولوی رضا محمد نقوی رضاؔ جائسی

عالم میں کون ہے جو نہیں آشنائے غم
ہر شے بقدر ظرف ہے یاں مبتلائے غم

دنیا جسے سمجھتے ہیں یہ غم کا نام ہے
کچھ بھی حقیقت اس کی نہیں ما سوائے غم

ہے ابتدا اَزل تو ابد اس کی انتہا
وابستہ ہے بقائے جہاں سے بقائے غم

تسکیں فقط روانیٔ اشک الم میں ہے
اخفائے راز غم ہے خود اک غم بجائے غم

رنج و الم ہے داخل فطرت اسی لئے
رونا نہ جس کو آتا ہو اس کو رلائے غم

ایماں کی اس سے از سر نو ابتدا ہوئی
کتنی اہم ہے دیں کے لئے انتہائے غم

وہ غم ہی کیا کہ جس کا اثر ہو نہ قلب پر
غم ہی نہیں جو خوں کے نہ آنسو رلائے غم

غم ہے وہ غم ہلا دے جو دنیا کے قلب کو
ہے لطف غم یہی کہ زمانہ منائے غم

ایسا تو غم ہو خون بنا دے جو خاک کو
اس رنگ کا تو ہو کہ شفق بن کے چھائے غم

حق ہے غم حسینؑ سا غم دوسرا نہیں
غم ان کے واسطے تھا تو یہ تھے برائے غم

کس کس ستم کا ذکر ہو کس ظلم کا بیاں
شبیر ہی کا دل تھا کہ غم پر اٹھائے غم

اکبر کی موت اور علی اصغر کا افتراق
اولاد کا خدا نہ کسی کو دکھائے غم

اے لنگر سفینۂ دیں، ابنِ مرتضیٰ
سبطِ رسولؐ، فخر جہاں، ناخدائے غم

اسلام تیری ذات کا صدقہ ہے یا حسینؑ
تو دیں کے حق میں بن گیا مشکل کشائے غم

راہِ رضا میں صبر کے جوہر دکھا دیئے
کی تو نے استوار جہاں میں بنائے غم

دنیا میں اپنے نام کا ڈنکا بجا دیا
حُسنِ عمل سے بن گیا فرماں روائے غم

تو نے چھڑایا آئینۂ دیں سے زنگ کو
مرآتِ دیں پہ تو نے ہی کی ہے جلائے غم

تیرا ہی غم ہے جس کے لئے رہتی ہے یہ فکر
آئے ہزار بار جہاں میں یہ آئے غم

تیرے ہی غم کے واسطے رہتی ہے یہ دعا
پھر خیریت سے سب کو خدا یہ دکھائے غم

دنیا شریکِ حال نہ کیوں اپنے ہو رضاؔ
بیکس کا غم ہے کیوں نہ زمانہ منائے غم